OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

غزل گو شعرا پر فیض احمد فیض کے اثرات

Impacts of Faiz Ahmad Faiz on Ghazal Poets

Izhar Ahmad Izhar
PhD Urdu Scholar, *Qurtuba University of Science and Information Technology, Dera Ismail Khan*
Dr. Iftikhar Baig
Qurtuba University of Science and Information Technology, Dera Ismail Khan

Abstract

Faiz Ahmad Faiz was a very well known and trendsetter poet of Urdu literature. He has been recognized as the most important poet of Urdu poetry after Allama Muhammad Iqbal. He influenced his contemporaries as well as an entire subsequent generation with his elegant and refreshing poetic tone. The best artistic and poetic qualities are found in his style. His major achievement is that he invented a new diction and presented the best combination of romance and revolution. Among his main poetic themes or topics are laborers and farmers, poverty and economic exploitation, oppression and social injustice, resistance against dictatorship, world peace and the problems of the suffering humanity of the whole world and their solutions.

Key Words: Faiz, Poverty, Urdu Poets, Impact, New Poetic Diction

تمہید

اردو ادب میں فیض احمد فیضؔ ایک عہد ساز شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کو اقبال کے بعد بیسیوں صدی کا اہم ترین شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایک طرف وہ ترقی پسندی کے علمبردار نظر آتے ہیں تو دوسری طرف کلاسیکی شعری و ادبی روایت اور رومانیت سے ان کا رشتہ قائم ہے۔ قلم کے ساتھ فیضؔ کا رشتہ اخیر عمر تک استوار رہا۔ فیضؔ کی شاعری میں رومانوی اور انقلابی

CC BY

جذبات کی جھلکیاں موجود ہیں۔ رومانوی رجحان میں نوعمری اور نوجوانوں کے عام جذبات یعنی عشقِ مجازی کی باتیں، محبت کے نغمے اور ترانے، عشق کے افسانے، ہجر کی وارداتیں، وصال کی لذتیں، محبوب کی اداؤں اور جفاؤں تک کا ذکر موجود ہے۔ انقلابی شاعری کی طرف ان کا رجحان ترقی پسند تحریک سے وابستگی کا نتیجہ تھا۔ اس وجہ سے ان کے ہاں بہترین فنی خوبیوں کے علاوہ سماج کی بدحالی، ناانصافی، غلامی، کسانوں اور مزدوروں کے ساتھ ظلم اور ان کا استحصال، انگریزوں کے مظالم، سرمایہ درانہ نظام اور ان کی انسان دشمن پالیسیاں، قومی و بین الاقوامی مسائل کی نشاندہی جیسے موضوعات قابلِ ذکر ہیں۔ ان کو کلام کو ترقی پسند تحریک کا ایک نادر تحفہ اور قیمتی اردو شعری سرمایہ سمجھا جاتا ہے۔

فیضؔ کی غزلوں کے مختلف پہلو ہیں۔ یہ تمام پہلو اپنی جگہ جامع اور مکمل ہیں۔ ان کی بنا پر ایک مخصوص آہنگ اور منفرد لب و لہجہ سامنے آتا ہے۔ ان پہلوؤں میں عشقیہ موضوعات، سیاسی و سماجی حالات کا شعور، سوز و گداز، شدتِ احساس، کلاسیکیت، رجائیت، علامات و استعارات، رمزیت و ایمائیت، ایجاز و اختصار، غزلِ مسلسل کی کیفیت اور تغزل خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ تمام پہلوں مل کر ان کی غزلوں میں زندگی آمیز رنگ بھر دیتے ہیں اور یوں ان کی غزلیں عہدِ حاضر کی ترجمان بن جاتی ہے۔ اس تازہ کارانہ اسلوب سے انہوں نے اپنے معاصرین کے علاوہ مابعد کی نسل کو بھی کافی حد تک متاثر کیا۔ شدتِ احساس کی ہلکی آنچ سے اپنی غزل کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔ ان کی غزل میں جدوجہدِ آزادی، اشتراکیت، ذاتی تجربات اور بین الاقوامی مسائل کا ذکر ایک خوبصورت امتزاج کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ناز بیگم لکھتی ہیں:

> "مختصر یہ کہ فیضؔ کی شاعری صرف اس شخص کے انفرادی تجربوں اور اس کی کیفیات کی ترجمان نہیں، بلکہ وہ اپنے زمانے کی ہر اس تحریک اور فکر سے متاثر ہوئے، جو انسانیت کی فلاح و بہبود اور عام انسانوں کے غم کا مداوا کرنے کے لیے کوشاں تھی۔ اس لیے جب تک یہ ملک آزاد نہ ہوا تھا، تب تک اس ملک کی آزادی کی تحریکات میں شریک رہے، اور جب ملک آزاد ہوا اور عنانِ حکومت سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں چلی گئی، تو وہ اس طبقے کے خلاف، بے سہارا مزدور طبقے کی حمایت میں ادب تخلیق کرنے کے علاوہ، عملی جدوجہد بھی کرتے رہے۔ افریقہ میں جدوجہدِ آزادی کی کشمکش کی حمایت میں نظم لکھتے رہے اور جب اسرائیلی سازشوں کے ہاتھوں فلسطنیوں کی زندگی حرام ہونے لگی، تو انہوں نے "لوٹس" کی ادارت کے ذریعہ مظلوم فلسطنیوں کی حمایت شروع کر دی۔ اس بھرپور عملی زندگی کے تقریباً ہر منزل کے نشانات ان کی شاعری میں جگہ جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔"[1]

فیضؔ کی غزل میں خوبصورت منفرد رومانی و انقلابی لہجے کی آمیزش اور پرانی کلاسیکی لفظیات کو نئی معنویت کی عطائیگی کی وجہ سے عمومیت، تہ داری، عالمگیریت اور شیرینی و دلکشی پیدا ہو گئی ہے۔ اور یوں غزل کے نئے امکانات روشن کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر سلیم اختر رقمطراز ہیں: "فیضؔ نے نسبتاً کم تعداد میں غزلیں لکھ کر بھی اپنے لیے بحیثیت غزل گو وہ منفرد مقام بنایا کہ پاک و ہند کے صاحبِ طرز غزل گوؤں میں شمار ہونے لگے۔ یہی نہیں بلکہ اپنے خاص اسلوب اور طرز سے انہوں نے ہم عصر غزل کے امکانات اضافہ بھی کیا۔"[2]

فیضؔ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ پرانے اور گھسے پِٹے، کلاسیکی کثیر الاستعمال الفاظ کو عام مستعمل معنوں کی بجائے سیاسی و سماجی مسائل کے تناظر اور پس منظر کے طور پر استعمال کیا اور نئے مفاہیم عطا کر کے تازگی بخشی، جیسے: گل، بلبل، گلستان، گلچین،

صبا، قاتل، مے، میخانہ، ساقی، جام، مقتل، محبوب، صیاد، محتسب، زنداں وغیرہ۔ جس میں انہوں نے رومانوی انداز اپناتے ہوئے ترقی پسند سوچ، سیاسی نظریات اور سماجی و ملکی حالات کو اس خوبی سے سمویا ہے کہ اب ان کے ہاں رومان و انقلاب کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

فیضؔ کے ہاں دراصل یہی وہ خاص بات ہے، جو انہیں اس قدر ممتاز و معتبر ٹھہراتا ہے۔ انہوں نے اردو شاعری میں اس حوالے سے اپنا مقام نمایاں کر دیا کہ فارسی و اردو کے ان الفاظ و تراکیب کو جو صدیوں سے اہلِ ذوق کی سماعتوں کو زیادہ اُنسیت کی وجہ سے بوریت کی جانب بھی لے جاتی تھیں، ان کو اس نے تازگی بخشی۔ ڈاکٹر علی کمیل قزلباش لکھتے ہیں: "اس کے علاوہ جو نکتہ قابلِ غور ہے وہ اردو اور فارسی میں انتہائی مروجہ اور روایتی الفاظ و اصطلاحات کے نئے اور مختلف معنوں میں استعمال ہے۔ جیسے: رقیب، شیخ، ناصح، ساقی، ابر، شب، وصل، شبِ ہجر، شراب، قفس، کوئے یار، رند، خرابات، دستِ ستم، محتسب، واعظ، بادہ کش، جام، مے خانہ اور گریبان وغیرہ۔"[3]

معین احسن جذبی

معاصرین میں سے ایک نام معین احسن جذبیؔ کا ہے۔ اس کی غزل پر فیضؔ کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ جذبیؔ کو فراقؔ اور فیضؔ کے بعد اہم شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ فیضؔ کی طرح ان کے ہاں بھی رومان و انقلاب کی جھلکیاں موجود ہیں۔ جس سے تہ داری اور عمومیت پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً:

یوں بڑھی ساعت بہ ساعت لذتِ دردِ فراق
رفتہ رفتہ میں نے خود کو دشمنِ جاں کر دیا
کھینچ کر ایک آہِ زیرِ لب کسی کی بزم میں
مختصر افسانہ شب ہائے ہجراں کر دیا[4]

اس کے علاوہ فیضؔ کی طرح اس مثال میں مبہم اور استفہامیہ انداز ہے۔ احساس کی شدت، جذبے کا خلوص، فراق و ہجر و درد سے لذت کشیدگی کا عمل اور پھر اس سے علاجِ غم کے علاوہ شعور کی گہرائی ان کے ہاں موجود ہیں، جس کی وجہ سے تغزل ان کی غزل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ساتھ ہی اعتدال و توازن فیضؔ اسکول کے نمایاں اثرات معلوم ہو رہے ہیں۔

علی سردار جعفری

علی سردار جعفری کا نام بھی اہم ہے۔ علی سردار نے اپنی کتاب "ترقی پسند ادب" میں لکھا ہے، کہ فیضؔ سے اردو شاعری میں ایک نئے دبستان کا آغاز ہوتا ہے اور وہ جدید مغربیت اور قدیم مشرقیت کے حسین امتزاج کا نام ہے، جس نے اپنے قلم کے اعجاز سے اردو شاعری کو دو آتشہ کر دیا ہے۔ علی سردارؔ جعفری پر فیضؔ کے اسلوب و آہنگ کے اثرات سے متعلق اشفاق حسین "حبیبِ عنبر دست" میں رقمطراز ہے: "ایک انٹرویو میں فیضؔ صاحب سے پوچھا گیا کہ بیشتر شعراء جس میں علی سردار جعفری کا نام بھی شامل ہے، آپ ہی کے آہنگ و اسلوب میں شاعری کر رہے ہیں، تو فیضؔ نے جواب دیا تھا کہ؛ "کوئی بھی آہنگ کسی کو کوئی ذاتی میراث نہیں ہوتا، بلکہ ہوتا یوں ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ایک محاورہ، ایک خاص قسم کی نہج یا ایک خاص قسم کا استعارہ مقبول ہو جاتا ہے، جس سے اس عہد کا مزاج بنتا ہے۔"[5] فیضؔ و علی سردار جعفریؔ دونوں نے اپنی شاعری، لب و لہجے، فکر اور ترقی پسندی سے وابستگی کی وجہ اردو شاعری کو وقار بخشا۔ آزادی سے پہلے اور بعد میں دونوں نے عملی طور پر بھی عوام کی

ترقی و خوشحالی کی جدوجہد جاری رکھی۔ وہ کئی جگہوں پر زندگی کے تلخ حقائق کا تذکرہ فیضؔ کی طرح نرمی و دلآویزی کے ساتھ کرتا ہے۔ ان کے ہاں بے بسی، محرومی، مجبوری، بھوک، افلاس، استحصال اور انسان کے حقیقی مسائل کا شدید ادراک پایا جاتا ہے۔ اس کا اظہار اور پیرایہ بیان عمومی اور کلاسیکی انداز میں کر کے فیضؔ کی پیروی کا ثبوت پیش کرتے ہیں:

فریب یہ دے دیا ہے کس نے کہ حریت کی بہار آئی
ترنگی چلمن اٹھا کے دیکھو تو، ساحرِ مکر و فن وہی ہے
بجھا رہا ہے زمانہ پیاس اپنی علم و حکمت کے میکدوں سے
ہماری محفل میں وہمِ شیخ و جہالتِ برہمن وہی ہے[6]

اسرار الحق مجازؔ

اس کے علاوہ ایک اہم نام مجازؔ کا ہے۔ مجازؔ پر فیضؔ کی غزل اور اس کے اسلوب کے اثرات کی بات ڈاکٹر وقار احمد رضوی نے اپنی کتاب "تاریخ جدید اردو غزل" میں کی ہے۔ وہ ایک غنائی اور رومانی شاعر ہے۔ ان کی غزلوں میں فیضؔ کی طرح رومان، نرمی، غنائیت اور ایک قسم کی سرخوشی ہے، جو قاری کو اداسیوں اور مایوسیوں میں مبتلا نہیں کرتی۔ ان کی رومانیت پر فیضؔ اور اخترؔ شیرانی دونوں کے اثرات تھے۔ انقلاب میں جوشؔ اور فیضؔ سے متاثر تھے۔ فیضؔ کی کلاسیکی لفظیات کے علاوہ ان کی غنائیت، انقلاب، رجائیت اور امید و حوصلہ مندی ان کے ہاں ملتی ہے۔ نیچے دی گئی مثال میں یہ تمام خوبیاں ملاحظہ فرمائیں:

یہ جوانی تو ابھی مائلِ پیکار نہیں
یہ جوانی تو ہے رسوائے مے و جام ابھی
واعظ و شیخ نے سر جوڑ کے بدنام کیا
ورنہ بدنام نہ ہوتی مۓ گلفام ابھی[7]

جان نثار اختر

جان نثار اخترؔ اگرچہ نظم کا مضبوط حوالہ سمجھا جاتا ہے، تاہم ان کی غزل بھی کم درجے کی نہیں ہے۔ ترقی پسندی اور رومانیت ان کی پہچان ہے۔ وہ خاص رومانی شعراء میں ایک اہم نام ہے۔ کلام و اسلوب پر جوشؔ و فیضؔ کے اثرات موجود ہیں۔ فیضؔ کی طرح رومان، حقیقت، شدتِ جذبات و احساسات کے علاوہ ان کی لفظیات و تراکیب کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ زندگی کی کڑوی حقیقتوں کو ایک نرم و دلآویز لہجے میں بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ فیضؔ کی طرح بھوک، افلاس، استحصال و جبر کو بیان کرنے کے باوجود رومانیت کا غلبہ موجود رہتا ہے۔ فیضؔ کے زیرِ اثر قدیم و جدید کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ مثلاً :

ہر ایک روح میں ایک غم چھپا لگے ہیں مجھے
یہ زندگی تو کوئی بد دعا لگے ہیں مجھے
حکایتِ غمِ دل کچھ کشش تو رکھتی ہے
زمانہ غور سے سنتا ہُوا لگے ہیں مجھے[8]

احمد ندیمؔ قاسمی

جدید شعراء میں احمد ندیمؔ قاسمی کی شاعری کے سرسری مطالعے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ فیضؔ و ندیمؔ میں موضوعاتی اشتراکات کے علاوہ ندیمؔ پر فیضؔ کی غزلیہ اسلوب کے نمایاں اثرات موجود ہیں۔ اگرچہ وہ خود ایک بلند مرتبہ شاعر و افسانہ نگار ہیں۔ مگر وہ اقبالؔ و فیضؔ کے اثرات سے خود کو بچا نہ پائے۔ فیضؔ کے اثرات کی وجہ سے ان کے ہاں رومان، انقلاب، صوفیانہ عناصر کے علاوہ ان کی غزل میں سیاسی و سماجی اشارے ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ غزل میں نظمیت اور نظم میں غزلیت ہے۔ اقبالؔ و فیضؔ کے اثرات کی وجہ سے ان کے تحرک و عمل کا نظریہ جھلکتا نظر آتا ہے۔ فیضؔ کی طرح انسانیت، محبت، امن و آشتی ان کا آدرش ہے۔ اس کے علاوہ غزل میں عالمگیریت اور عمومیت کی پرچھائیاں ہیں۔ امید و روشن مستقبل کی باتیں ہیں۔ مثلاً ایک غزل کے کچھ اشعار دیکھیں:

میرے ہر درد کو اس نے ابدیت دے دی
یعنی کیا کچھ نہ دیا مجھ کو، خدا نے میرے
میری آنکھوں میں ہے چراغاں سا ہے مستقبل کا
اور ماضی کا ہیولا ہے سرہانے میرے[9]

ساحرؔ لدھیانوی

اس کے علاوہ فیضؔ کے غزلیہ اسلوب سے متاثر ہونے والوں میں سے ساحرؔ لدھیانوی کا نام قابلِ ذکر ہے۔ وہ خود جدید شعراء میں ایک منفرد لب و لہجہ کے مالک تھے۔ تاہم خود کو فیضؔ کے شاعرانہ اسلوب و سحر سے نہ بچا سکے۔ ان پر فیضؔ کے الفاظ و تراکیب کے علاوہ موضوعاتی اور تکنیکی سطح پر اثرات پائے جاتے ہیں۔ سماجی اور طبقاتی استحصال کے خلاف آواز اٹھائی اور تمام عمر فیضؔ کی طرح اس کے ساتھ برسرِپیکار رہے۔ اس پر فیضؔ کے اثرات سے متعلق خاور اعجاز "نیرنگِ غزل" میں لکھتے ہیں:

" ان کے کلام میں رومانی، سیاسی اور سماجی مضامین ایک ساتھ شامل ہیں۔ ترقی پسندوں میں وہ غالباً سب سے زیادہ مقبول شاعر تھے۔ حسرتؔ و فیضؔ کی نوکلاسیکی روایت سے اثر لیتے ہوئے ان کو نئے زمانے کے چال چلن سکھائے اور اس میں ایسے عناصر شامل کر دیے، جو فراقؔ کی غزل میں ہلکے ہلکے نظر آتے ہیں۔"[10]

ایک غزل کے کچھ اشعار بطور مثال جس میں فیضؔ کی امید و حوصلہ مندی، آزادی و جرات مندی، خلقِ خدا پر جان دے دینے کی آرزومندی، اور ہار و شکست میں بھی جیت کے آثار دیکھتے ہوئے نظر آتے ہیں:

تدبیر سے بگڑی ہوئی تدبیر بنا لے
اپنے پہ بھروسا ہے تو یہ داؤ لگا لے
ڈرتا ہے زمانے کی نگاہوں سے بھلا کیا
انصاف تیرے ساتھ ہے الزام اٹھا لے
کیا خاک وہ جینا ہے جو اپنے ہی لیے ہو
خود مٹ کے کسی اور کو جینے سے بچا لے[11]

ایک اور مثال، جس میں وہ فیضؔ کی طرح لوگوں کو اپنے حقوق کو مانگنے کی بجائے اٹھ کر لڑنے اور چھین لینے کی ترغیب دیتے ہیں، فیضؔ کے اسلوبِ شعر کا اثر ہے۔ فیضؔ "دستِ تہہ سنگ" میں لکھتے ہیں:

جو چل سکو تو چلو کہ راہِ وفا بہت مختصر ہوئی ہے
مقام ہے اب نہ کوئی منزل، فرازِ دار و رسن
سے پہلے[12]

جبکہ ساحرؔ لدھیانوی یوں عوام کے جذبات و احساسات کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے ابھارتے ہوئے اس طرح سے حرکت و عمل پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

زندگی بھیک میں نہیں ملتی، زندگی بڑھ کے چھینی جاتی ہے
اپنا حق سنگ دل زمانے سے چھین پاؤ، تو کوئی بات بنے[13]

احمد فرازؔ

اس کے علاوہ احمد فرازؔ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ فیضؔ کی طرح ترقی پسندی سے وابستہ رہے ہیں مگر راستہ بہر حال سب الگ اور اسلوب منفرد چنا۔ فیضؔ کے بعد سب سے بڑے شاعر تسلیم کیے جا چکے ہیں۔ خود بھی اردو شاعر پر بے تحاشا اثرات مرتب کر کے بے پناہ مقبولیت و شہرت نصیب ہوئی۔ مگر فیضؔ کے دائرہ اثر کے اسیر رہے۔ بلکہ فیضؔ کو وہ ایک آئیڈیل کے طور پر مانتے تھے۔ ان کی غزل زیادہ تر ان کی ذاتی واردات کی ترجمان ہے تاہم فیضؔ کی طرح ترقی پسند خیالات و نظریات اور اجتماعیت کی جھلک کے علاوہ غزلِ مسلسل کے نمونے ملتے ہیں۔ انہوں نے فیضؔ کی طرح کلاسیکی الفاظ و تراکیب کے فنکارانہ استعمال سے جبر و استحصال کے خلاف مزاحمت، عوام کی بے کسی و محرومی، ترقی پسند نظریات کا کہیں حزنیہ تو کہیں رزمیہ لہجے میں بھرپور اظہار خیال کیا ہے۔ اس کی غزل اور اس کے اسلوب میں ذاتی دکھ درد اور انسانی داستان ہے اور عمومیت و رمزیت کے ساتھ عالمگیریت بھی:

دل گرفتہ ہی سہی بزم سجالی جائے
یادِ جاناں سے کوئی شام نہ خالی جائے
رفتہ رفتہ یہی زنداں میں بدل جاتے ہیں
اب کسی شہر کی بنیاد نہ ڈالی جائے
بے نوا شہر کا سایہ ہے میرے دل پہ فرازؔ
کس طرح سے میری آشفتہ خیالی جائے[14]

اس کے علاوہ اس ایک اور مثال جس میں فیضؔ کی سی فارسی تراکیب اور روایتی الفاظ کے استعمال اور ان کی تہ داری اور اشتراکِ مضامین بہت نمایاں ہیں۔ اندازِ فیضؔ کے واضح اثرات دیکھے جا سکتے ہیں:

نالہِ نے، شررِ سنگ، سکوتِ صحرا
اپنی اپنی روشِ نوحہ گری ہے، خاموش
وہ قفس ہو کہ چمن، نالہ و نغمہ بے سود
جب تلک عالمِ بے بال و پری ہے خاموش[15]

مصطفیٰ زیدی

اس کے علاوہ مصطفیٰ زیدی کا نام اہم ہے۔ وہ غزل سے زیادہ نظم کے شاعر ہیں۔ تاہم ان کی غزل بھی جدید غزل گو شعراء میں اہمیت کی حامل ہے۔ مصطفیٰ زیدی پر جوشؔ کے علاوہ فیضؔ کے اثرات نمایاں ہیں۔ ان کی غزلوں نظمیت کے علاہ لہجے کی نرمی اور داخلی پن فیضؔ کے اسکول کے آثار صریح آثار ہیں۔ رومان و جذبہ فیضؔ کی خصوصیات ہیں۔ فیضؔ کے زیرِ اثر جہاں کہیں وہ جذباتی ہو گئے ہیں، وہاں وہ اپنی افتادِ طبع سے دور دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ جذبات سے زیادہ سوچنے سمجھنے اور شعوری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کے ہاں فیضؔ کے زیر اثر نعرہ بازی نہیں، فکر کی قندیلیں روشن ہیں۔ اس کے علاوہ ادبی خلوص و سچائی، گداز و کسک اور وطن اور حبِ وطن کے جذبات دکھائی دیتے ہیں۔ لفظیات میں بھی جدت کے ساتھ فیضؔ کا اثر موجود ہے:

فُغاں کہ قصہِ دل سن کے لوگ کہتے ہیں
یہ کون سی نئی اُفتاد ہے ہٹاؤ بھی
تمہاری نیند میں ڈوبی ہوئی نظر کی قسم
ہمیں یہ ضد ہے کہ جاگو بھی اور جگاؤ بھی[16]

نیچے اس دی گئی مثال میں الفاظ کی مماثلت اور مضامین کی ہم رنگی سے کلی طور پر اثراتِ فیضؔ کا پتا چل جاتا ہے۔ چنانچہ فیضؔ لکھتے ہیں:

اِدھر تقاضے ہیں مصلحت کے، اُدھر تقاضائے دردِ دل ہے
زباں سنبھالیں کہ دل سنبھالیں، اسیر ذکرِ وطن سے پہلے[17]

اب مصطفیٰ زیدیؔ کا انداز دیکھیے:

اُدھر اسی سے تقاضائے گرمیِ محفل
اِدھر جگر کا یہ عالم کہ جیسے برف کی سِل[18]

نتائج بحث

اس تجزیے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ فیض احمد فیضؔ واقعی ایک رجحان ساز، بڑے اور صاحبِ اسلوب شاعر تھے۔ انہوں نے پرانی کلاسیکی اور فارسی لفظیات کے بہترین اور سیاسی و سماجی و نظریاتی استعمال اور اپنے رومانوی و انقلابی لہجے کی آمیزش سے ایک نیا اسلوب متعارف کرایا۔ معاصرین سے لے کر جدید دور تک تقریباً سبھی اہم شعراء نے اپنے مزاج اور استعداد کے مطابق کسی نہ کسی شکل میں جزوی طور اس کے اثرات قبول کیے۔ معین احسن جذبیؔ کے ہاں رومان و انقلاب کا امتزاج اور جذبے کی شدت فیضؔ اسکول کے اثرات ہیں۔ علی سردار جعفری کے ہاں مضامین کے اشتراک کے علاہ لفظیات و آہنگِ فیضؔ کا اثر نمایاں ہیں۔ مجاز کی غزل میں فیضؔ کی طرح نرمی، رومان، جذبات، سرخوشی اور انقلاب کی جھلکیاں ہیں۔ جان نثار اختر کے ہاں رومان و حقیقت کے امتزاج کے علاوہ احساسات کی شدت اور لفظیات کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ احمد ندیمؔ قاسمی نے حرکت و عمل کے نظریے کے علاوہ انسانی عظمت اور ترقی پسندی و رومانیت کے ملے جلے رجحانات کے اثرات قبول کیے۔ ساحرؔ کے الفاظ و تراکیب کے علاوہ موضوعاتی اور تکنیکی سطح پر اثرات کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ احمد فرازؔ نے لفظیات کے علاوہ حرمتِ قلم،

اجتماعیت، ترقی پسند خیالات و نظریات، اور عمومیت و رمزیت، فارسیت کے اثرات قبول کر کے اسے بجا طور پر اپنا آئیڈیل شاعر بھی تسلیم کیا۔ مصطفیٰ زیدی کے ہاں فیضؔ کی داخلیت، لفظیات، حبِ وطن، جذبات و فکر کا امتزاج جیسی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اب اس بحث سے یہ اندازہ لگانا بڑا واضح اور آسان ہو جاتا ہے کہ واقعتاً فیضؔ نے ایک دور کو متاثر کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔

References

[1] Dr. Naz Begum, Faiz ki Ghazal (Ali Garh: Muslim Educational Press, 2009), 56.
[2] Dr. Salim Akhtar, Urdu Adab Ki Mukhtasar Tareen Tāreekh (Lahore: Maktaba Karwan, 1995), 75.
[3] Dr. Ali Kumail Quzlibash, Faiz Ahmad Faiz ki Shaeri, Farsi Tarakeeb ky Tanazur Main, In Fikr-e-Faiz (Majmooa Maqalat by Nisar Turabi (Lahore: The Reconze Publications, 2012), 224.
[4] Moeen Ahsan Jazbi,Farozan (Ali Garh: Anjuman-e-Taraqi-e-Urdu, 1960), 29.
[5] Ashfaq Hussain Faiz: Habib-e-Ambar Dast (Karachi: Mass Printers, 2011), 85,86.
[6] Ali Sardar Jafari,"Kulliyat-e-Ali Sardar Jafari(Vol 01)"(Dehli: Qaumi Council Baraye Farogh-e-Urdu Zaban, 2004), 415.
[7] Asrar Ul Haq Majaz,,Kulliyat-e-Majaz (Dehli: Kitabi Dunyia, 2002), 218.
[8] Jan Nisar Akhtar, Kulliyat-e-Jan Nisar Akhtar (Lahore: Shirkat Printing Press, 2003), 164.
[9] Ahmad Nadim Qasmi, Dasht-e-Wafa (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2002)0, 87.
[10] Khawar Ejaz, Nirang-e-Ghazal:Wali Dakkani to Ahmad Faraz (Islamabad: National Book Foundation, 2015), 703.
[11] Sahir Ludhianvi, Kulliyat-e-Sahir (Lahore: Khazina-e-Ilm-o-Adab, 2009), 349.
[12] Faiz Ahmad Faiz, Nuskha Haye Wafa: Kulliyat-e-Faiz (Lahore: Maktaba-e-Karwan, 2011), 239.
[13] Sahir Ludhianvi, Kulliyat-e-Sahir (Lahore: Khazina-e-Ilm-o-Adab, 2009), 326.
[14] Ahmad Faraz, Shehar-e-Sukhan Aarasta Hai: Kulliyat-e-Faraz (Islamabad: Dost Publications, 2013), 493.
[15] Ahmad Faraz, Ay Eshq-e-Junoon Pesha (Islamabad: World Mate, 2007), 94.
[16] Mustafa Zaidi, Gariban Mashmoola: Kulliyat-e-Mustafa Zaidi (Lahore: Haji Hanif Printers, 2011), 11.
[17] Faiz, Nuskha Haye Wafa, 240.
[18] Mustafa Zaidi,"Shehar-e-Aazar",Mashmoola: Kulliyat-e-Mustafa Zaidi (Lahore: Haji Hanif Printers, 2011), 153.